



محدث فتویٰ
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حلال جانوروں کا نھی کرنا، گوشت کو ذبیحہ اور بہتر بنانے کی غرض سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیح السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس باب میں بڑا اختلاف ہے۔ ایک گروہ اسے مطلقاً ناجائز قرار دیتا ہے، خواہ حلال جانوروں کا نھی کرنا ہو یا حرام جانوروں کا۔ جبکہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ حلال جانوروں کا نھی کرنا جائز ہے اور حرام جانوروں کا نھی کرنا منع ہے۔

فریق اول کے چند دلائل حسب ذیل ہیں :

۱۔ فرمان باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تُحَرِّمُوا فِئْتَهُنَّ فَلَیْغَیْرُ فَلَیْغَیْرُ فَلَیْغَیْرُ (النساء: ۱۱۹)

”اور البتہ انہیں میں حکم دوں گا اور وہ میرے حکم سے خدائی ساخت میں رد و بدل کریں گے۔“

امام محی السنہ بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”معالم التنزیل“ میں فرماتے ہیں :

”قال عکرمۃ وجماعۃ من المفسرین : فلیغیرن خلق اللہ بالنساء والوشم وقطع الآذان حتی حرم بعضہم النساء“ (انتہی مختصراً) (معالم التنزیل ۲: ۲۸۹)

”عکرمہ اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب نھی کرنا، گودنا اور کان کاٹنا ہے، حتیٰ کہ اسی لیے بعض نے نھی کرنا حرام قرار دیا ہے۔ ختم شد۔“

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

وَلَا تُحَرِّمُوا فِئْتَهُنَّ فَلَیْغَیْرُ فَلَیْغَیْرُ فَلَیْغَیْرُ قال ابن عباس : یعنی بذلک نھی اللہ، ولذا روی عن ابن عمر وأبى سعید بن السیب وعکرمۃ وأبى عیاض و قتادۃ وأبى صالح والثوری، وقد ورد فی الحدیث النھی عن ذلک (تفسیر ابن کثیر ۲: ۴۱۵)

”ابن عباس کے نزدیک اس آیت سے جانوروں کا نھی کرنا مراد ہے۔ ابن عمر، انس، سعید بن مسیب، عکرمہ، ابو عیاض، قتادہ، ابوصالح اور ثوری کی بھی یہی رائے ہے۔ نیز حدیث میں اس کی مانعت بھی آئی ہے۔ ختم شد۔“

۲۔ ومنہا : ما أخرجه البراء بن سناد قال الشوکانی : صحیح، عن ابن عباس ”أن النبی ﷺ نھی عن صبر الروح وعن إحصاء البهائم نھیاً شدیداً۔“ (نیل الأوطار ۸: ۱۶۷)

”دوسری دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے جسے امام بزار نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور بقول شوکانی صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زندہ جانور کو باندھ کر مارنے اور جانوروں کو نھی کرنے کی سختی سے مانعت کی ہے۔“

علامہ شوکانی نے اپنی کتاب ”نیل الأوطار شرح مفتی الأجبار“ میں فرمایا ہے :

”فیہ دلیل علی تحریم نھی النجوات“ (مصدر سابق)

”اس میں جانوروں کے نھی کرنے کی حرمت کی دلیل ہے۔“

۳۔ ومنہا : ما أخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار : ”حدثنا أبو خالد یزید بن سنان قال : ثنا أبو بکر الحنفی قال : ثنا عبد اللہ بن نافع عن أبیہ عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ نھی أن یخصی الإبل والبقر والغنم والنحل، وكان عبد اللہ بن عمر یقول : منہا نشاة الخلق ولا یصلح إلا بالذکور۔“ (شرح معانی الآثار ۵: ۴۷۵)

”تیسری دلیل ابن عمر کی حدیث سے ہے، جسے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹوں، گالیوں، بھیر، بکریوں اور گھوڑوں کے نحی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ افزائش نسل کا دارودار اسی پر ہے اور کوئی بھی مادہ زکے بغیر اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتی۔“

۳۔ ومنما أخرجه الطحاوي أيضا: ”حدثنا محمد بن خزيمة قال: ثنا يحيى بن عبد الله بن بحير قال: ثنا مالك بن أنس عن نافع عن ابن عمر مثله، ولم يذكره الترمذي.“ (شرح معاني الآثار ۵: ۳۷۵)

”چوتھی دلیل امام طحاوی ہی کی وہ روایت ہے جس میں صرف ابن عمر کا مذکورہ بالا قول نقل کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کا اتساب نہیں۔“

بعد ازاں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فذهب قوم إلى هذا، فقالوا: لا يخل إحصاء شيء من النحل، واحتجوا بذلك بحديث، وبقول الله عز وجل: فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ قَالُوا: وهو الإحصاء“ انتحى (مصدر سابق)

”اسی بنا پر ایک جماعت نے زبانون کو نحی کرنا حرام قرار دیا ہے۔ انھوں نے اس حدیث اور فرمان الہی فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے نحی کرنا مراد ہے۔“

۵۔ ومنما أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه: ”حدثنا أسباط بن محمد وابن فضال عن مطرف عن رجل عن ابن عباس قال: إحصاء البعائم مثله، ثم تلا: وَلَا تُرْخَمُ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ“ (مصنف ابن أبي شيبة ۵: ۵۷۴)

”پانچویں دلیل: ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن عباس کی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ جانوروں کا نحی کرنا مثلاً کے حکم میں ہے اور دلیل میں آیت وَلَا تُرْخَمُ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ پیش کرتے ہیں۔“

وأخرج عبد الرزاق في مصنفه في كتاب الحج عن مجاهد وعن شهر بن حوشب: ”إحصاء مثله“ كذا في نصب الراية في تخریج أحاديث الهداية للإمام الحافظ المحقق جمال الدين الزيلعي۔ (نصب الراية ۴: ۳۱۸)

”عبدالرزاق نے اپنی مصنف کے کتاب الحج میں مجاہد اور شهر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ نحی کرنا مثلاً ہے، جیسا کہ امام زیلعی کی ”نصب الراية“ میں مذکور ہے۔“

۶۔ ومنما في الهداية: ”قالت عائشة رضي الله عنها: إحصاء مثله“ انتحى (الهداية ۳: ۸۷)

”ہدایہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ نحی کرنا مثلاً کرنے کے مترادف ہے۔ ختم شد۔“

ان دلیلوں کے جواب میں دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ کی تفسیر میں جانوروں کے نحی کرنے کی بات کسی صحیح یا ضعیف روایت سے مرفوعاً ثابت نہیں۔ جہاں تک سلف صالحین کے اقوال کا تعلق ہے تو اس میں ایک جماعت نے اس کی تفسیر میں جانوروں کا نحی کرنا بتایا ہے، جبکہ مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، حکم، سدی، ضحاک اور عطاء خراسانی، ایک روایت کے مطابق خود عبد اللہ بن عباس اور سعید بن مسیب نے بھی خَلْقَ اللَّهِ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔

چنانچہ امام محی السنہ رحمہ اللہ تفسیر معالم میں کہتے ہیں:

”قال ابن عباس والحسن ومجاهد وقتادة وسعيد بن المسيب والضحاک: دين الله، نظيره قوله تعالى: لا تبدل خلق الله أي دين الله، تحليل الحرام وتحرير الحلال۔“ انتحى مختصرا (معالم التنزيل ۲: ۲۸۹)

”ابن عباس، حسن بصری، مجاہد، قتادہ، سعید بن المسیب اور ضحاک نے اس کی تفسیر دین اللہ سے کی ہے اور اس کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان لَا تَبْدِلْ خَلْقَ اللَّهِ پیش کیا ہے اور ”خلق اللہ“ کا مطلب ”دین اللہ“ بتایا ہے، یعنی حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانا۔ ختم شد۔“

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں:

”وقال ابن عباس، في رواية عنه، ومجاهد وعكرمة وإبراهيم النخعي والحسن وقتادة والحكم والسدي والضحاک وعطاء الخراساني، في قوله: يعني: وَلَا تُرْخَمُ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ يعني دين الله عز وجل، وهذا كقولهم: فَأَقْمِ وَخُحَكَ لِلدِّينِ خَلْقًا فطرت الله التي فطر الناس عليتها لا تبدل خلق الله علي قول من جعل ذلك أمرا أي لا تبدلوا فطرة الله، ودعوا الناس على فطرته“ انتحى (تفسير ابن كثير ۲: ۴۱۵)

”ابن عباس ایک روایت کے مطابق اور مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، حکم، سدی، الضحاک اور عطاء خراسانی نے آیت وَلَا تُرْخَمُ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ کی تفسیر دین اللہ سے کی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَأَقْمِ وَخُحَكَ لِلدِّينِ خَلْقًا فطرت الله التي فطر الناس عليتها لا تبدل خلق الله جس نے اسے امر بتایا ہے۔ یعنی اللہ کی فطرت کو نہ بدلو اور لوگوں کو اپنی فطرت پر چھوڑ دو۔ ختم شد۔“

جب سلف صالحین کے اقوال دونوں طرح کے موجود ہیں تو آیت کی تفسیر میں جانوروں کو نحی کرنے کی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی، ہاں اگر سنت نبویہ سے اس کا ثبوت ہوتا تو پھر یہ ہمارے سرور آنکھوں پر ہوتا۔ واذا ليس فليس۔ بلکہ آیت کریمہ لَا تَبْدِلْ خَلْقَ اللَّهِ اسی معنی کی تائید کرتی ہے کہ آیت کریمہ فَلْيُخَيْرِنِ خَلْقَ اللَّهِ میں لفظ خَلْقَ اللَّهِ سے ”دین اللہ“ ہی مراد ہے اور یہ ظاہر بات ہے۔

ربی طحاوی کی پہلی روایت تو وہ ضعیف ہے، لہذا قائل استدلال نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن نافع مولیٰ ابن عمر ہے، جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

”قال ابن الدیني: روى منكره، وقال البخاري: يخالف في حديثه، وهو منكر الحديث، وقال يحيى: ضعيف، وقال النسائي: مترك كذا في ميزان الاعتدال في نقد الرجال للحافظ شمس الدين الذهبي۔ (ميزان الاعتدال ۲: ۵۱۳)

”ابن الدیني نے کہا ہے کہ اس نے منکر روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے بھی اسے منکر الحدیث کہا ہے اور فرمایا کہ اپنی حدیث میں مخالفت کرتا ہے۔ یحییٰ نے ضعیف قرار دیا ہے اور نسائی نے مترك۔ جیسا کہ ذہبی کی ”ميزان الاعتدال في نقد الرجال“ میں مرقوم ہے۔“

طحاوی کی دوسری روایت موقوف ہے مرفوع نہیں۔ اسی طرح مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ کی حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ علاوہ ازیں وہ روایت ابن عباس پر موقوف ہے، مرفوع نہیں۔ عبدالرزاق کی روایت مجاہد

اور شہر بن حوشب کا قول ہے، شارح کا کلام نہیں۔ نیز ہدایہ میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ثابت نہیں۔ امام زہلی نے تخریج ہدایہ میں فرمایا ہے :

”قلت : غریب“ انتہی (نصب الراية ۴: ۳۱۸)

”میں کہتا ہوں کہ وہ ”غریب“ یعنی ضعیف ہے۔ ختم شد۔“

مسند بزار کی روایت جو ابن عباس سے مستقول ہے اور جسے امام شوکانی نے صحیح کہا ہے، کتاب نیلے کی وجہ سے اس کی مراجعت اور اس کے سند کے تمام روات کے احوال کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ پھر بھی امام شوکانی کے قول پر اعتقاد کرتے ہوئے ہم اس کی صحت تسلیم کرتے ہیں۔ اس حدیث سے تمام جانوروں کے خصی کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے خواہ ماکول اللحم ہوں یا غیر ماکول اللحم۔ نیز ابو ہریرہ، عائشہ، ابو رافع، جابر بن عبد اللہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہم کی مندرجہ ذیل احادیث سے شارح کا اس امر میں سکوت ثابت ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ، عائشہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہم کی احادیث کا مدار عبد اللہ بن محمد بن عقیل پر ہے اور عبد اللہ بن محمد سے سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور شریک جیسے حفاظ ثقہ راویان حدیث نے روایت کی ہے۔ (کشف الاستار عن زوائد مسند البزار ۱۵۹۹) میں یہ حدیث بائیں سند مروی ہے : حدیث محمد بن عثمان ابن کریم حدیثا عبید اللہ بن موسیٰ حدیثا ابن ابی ذئب عن الزہری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس... ”حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”رواہ البزار و جالہ رجال الصحیح“ (مجمع الزوائد ۵: ۳۱۸) نیز دیکھیں : مسند ابی یعلیٰ (۳: ۳۶۶) سنن البیہقی (۱۰: ۲۴)

سنن ابن ماجہ میں ہے :

” حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي حَزْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يُفْضِيَ اشْتَرَى الْكَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَفْطَيْنِ مَوْجُوعَيْنِ“ (سنن ابن ماجہ، رقم الحديث ۳۱۲۲)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : رسول اللہ ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے، فربہ، سینگوں والے، سفید، خصی کردہ دنبے خریدتے۔“

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے :

” حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي حَزْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَهُ نَحْوَهُ“ (مسند أحمد ۶: ۲۲۰)

وبعد السنن رواه الحاكم في المستدرک، وروی البیہقی ایضاً من طریق سفیان الثوری عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل۔ (المستدرک ۳: ۲۵۵ سنن البیہقی ۹: ۲۶۷)

”امام حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے بھی اپنی کتاب میں من طریق سفیان الثوری عن عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔“

مسند امام احمد، مسند اسحاق بن راہویہ اور مجمع الطبرانی میں مذکور ہے :

”عَنْ شَرِيكَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ : فَضَّلِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْكَبْشَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ أَقْرَنَيْنِ مَوْجُوعَيْنِ فَصَيْنَيْنِ“ (مسند أحمد ۶: ۸۔ نیز دیکھیں : نصب الراية ۳: ۱۵۳)

”ابو رافع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو چمبہرے سے خصی کردہ دنبوں کی قربانی دی۔“

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے :

” حَدَّثَنَا عَفَّانُ ثنا حماد بن سلمة أنبا محمد بن عبد الله بن عقیل عن عبد الرحمن بن جابر بن عبد الله عن أبيه أن النبي ﷺ أتى بكبشين أعظمين أقرنين موجهين فأضح أحدهما، وقال : بسم الله والله أكبر، اللهم عن محمد وآل محمد، ثم أضح الآخر. الحديث۔“ وكذلك رواه إسحاق بن راهويه وأبو يعلى الموصلي في مسندهما۔ (نصب الراية ۳: ۱۵۳)

”جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس دو چمبہرے، بڑے، سینگوں والے خصی کردہ دنبے لائے گئے تو آپ نے ان میں سے ایک کو لٹایا اور کہا : ”بسم اللہ واللہ اکبر، اللہم عن محمد وآل محمد“ پھر اسی طرح دوسرے کو ذبح فرمایا۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلیٰ الموصلی نے اپنے مسندوں میں بھی اسی طرح یہ روایت بیان کی ہے۔“

پس عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی یہ حدیث پانچ طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ اگر کہا جائے کہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں، حافظ ابن حجر تہذیب الکمال میں اور صفی الدین خلاصہ میں کہتے ہیں :

”عبد اللہ بن محمد بن عقیل لا محمد الدینی، قال النسائي : ضعيف، وقال أبو حاتم : نين، وروى جماعة عن ابن معين : ضعيف، وقال ابن خزيمة : لا يثبت، وقال ابن حبان : رد في الحفظ، وقال محمد بن عثمان الحافظ : سالت علي بن الدیني فقال : كان ضعيفا“ انتہی ملخصاً (میزان الاعتدال ۲: ۳۸۳ تہذیب التہذیب ۶: ۱۱۳ الخلاصة للجزري، س: ۲۱۳)

”عبد اللہ بن محمد بن عقیل لا محمد الدینی کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے لین کہا ہے۔ ایک جماعت نے ابن معین سے بھی اس کی تضعیف روایت کی ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں : وہ قابل احتجاج نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں : اس کا حافظ کمزور ہے اور محمد بن عثمان نے کہا کہ میں نے امام الدینی سے پوچھا تو انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا۔“

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ مذکور بالا محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے، لیکن ان کے مقابلے میں بہت سے محدثین مثلاً امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، حمیدی، محمد بن اسلم، البخاری، ابو عیسیٰ الترمذی اور ابن عدی جیسے ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔

”عبداللہ بن محمد بن عقیل الدہلی، روی عنہ السفیانان، قال الترمذی: صدوق، سمعت محمد بن عقیل، وقال ابن عدي: روی عنہ جماعة من المعروفين الثقات وھو خير من ابن سمان، ويکتب حدیثہ، وقال البخاری فی تاریخہ: کان أحمد واسحاق یحجان بہ کذا فی التہذیب والمیزان والخصایة۔ (میزان الاعتدال ۲: ۲۸۸ تہذیب التہذیب ۶: ۱۱۳ خلاصۃ المعجزی، س: ۲۱۳)

”عبداللہ بن محمد بن عقیل سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں: صدوق ہے۔ میں نے امام بخاری سے سنا کہ احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور حمیدی ابن عقیل کی حدیث کو حجت بناتے تھے۔ امام ابن عدي فرماتے ہیں کہ معروف اور ثقہ لوگوں کی ایک جماعت نے ابن عقیل سے روایت کی ہے۔ وہ ابن سمان سے بہتر ہے اور اس کی حدیث کتابت کے لائق ہے۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ احمد اور اسحاق اس کی روایت سے حجت پکڑتے تھے، یسا کہ تہذیب، میزان اور خلاصہ میں مرقوم ہے۔“

اگر کہا جائے کہ ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں لکھا ہے:

”سألت أبا ہارث عن حدیث رواہ المبارک بن فضالہ عن عبد اللہ عن أبیہ، ورواہ الثوری عن ابن عقیل عن أبی سلمۃ عن أبی ہریرۃ أو عن عائشۃ عن النبی ﷺ، ورواہ سعید بن سلمۃ عن ابن عقیل عن علی بن حسین عن أبی رافع، فقال أبو ہریرۃ: هذا کلمہ من ابن عقیل، فإنه لا یضبط حدیثہ، والذین رووا عنہ هذا الحدیث کلمہ ثقات۔“ (العلل لابن ابی حاتم ۲: ۴۰)

”میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی کتاب المعرفہ میں کہتے ہیں:

”وهذا إنما رواہ عبد اللہ بن محمد بن عقیل، واختلف علیہ: فرواہ عن الثوری عن أبی سلمۃ عن عائشۃ أو أبی ہریرۃ، وقال مرة: عن أبی ہریرۃ، ولم یقل: أو عائشۃ، ورواہ عنہ حماد بن سلمۃ عن عبد الرحمن بن جابر عن أبیہ، ورواہ عنہ زھیر بن محمد عن علی بن الحسن عن أبی رافع۔ قال البخاری: ولعلہ سمعہ من حواء انتھی (معرفۃ السنن والآثار ۱۳: ۴۹)

علاوہ ازیں عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت کے اور بھی ثوابہ ہیں، جو اس روایت کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

”عن ابن اسحاق عن یزید بن ابی عیاش الماعفری عن جابر بن عبد اللہ قال: ذبح النبی ﷺ يوم الفرج بکیشین اقرنین الملعین موجودین“ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والبیہقی۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۷۹۵، سنن ابن ماجہ ۳۱۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۹: ۲۶۷)

”ابن اسحاق، یزید بن ابی عیاش الماعفری کے واسطے سے جابر بن عبد اللہ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی کریم ﷺ نے دو سفید سینٹوں والے نسی کردہ دنبے ذبح کیے۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے۔“

”عن أبی الذرّاء قال: ضعی رسول اللہ ﷺ بکیشین جذعین موبنین۔“ رواہ أحمد فی مسندہ، والطبرانی۔ (مسند أحمد ۶: ۱۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱: ۳۱۳)

”امام احمد اور طبرانی نے ابوالذرّاء رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نسی کردہ دنبوں کی قربانی کی۔“

”وعن ابن وھب حدیثی عبد اللہ بن عیاش القتبانی ثنا عیسیٰ بن عبد الرحمن حدیثی ابن شھاب عن سعید بن المسیب عن أبی ہریرۃ نحو ما تقدم۔“ رواہ الطبرانی فی معجم الوسط۔ (المعجم الأوسط للطبرانی ۲: ۲۵۰)

”ابن وھب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عیاش القتبانی، عیسیٰ بن عبد الرحمن سے، وہ ابن شھاب سے، وہ سعید بن المسیب سے، وہ ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں جیسے پہلے گزرا۔ اسے امام الطبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا۔“

”وعن عبد اللہ بن المبارک عن یحییٰ بن عبد اللہ عن أبیہ سمعت أبا ہریرۃ یقول: ”ضعی رسول اللہ ﷺ بکیشین الملعین موجودین“ رواہ أبو نعیم فی حلیۃ الأولیاء، وقال: ”مشھور من غیر وجہ، غریب من حدیث یحییٰ“ انتھی (حلیۃ الأولیاء ۸: ۱۷۸)

”أبو نعیم نے ”حلیۃ الأولیاء“ میں عبداللہ بن المبارک اور یحییٰ بن عبد اللہ کے واسطے سے ابوبریرہ کی یہی روایت نقل کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث مختلف سندوں سے مروی اور مشہور ہے، البتہ یحییٰ کی سند سے یہ غریب ہے۔ ختم شد۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”تلفیص البجیری فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر“ میں فرمایا:

”حدیث أنه ﷺ ضعی بکیشین موجودین۔ أحمد، وابن ماجہ، والبیہقی، والحاکم، من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل عن عائشۃ أو أبی ہریرۃ، هذا رواہ الثوری، ورواہ زھیر بن محمد عن ابن عقیل عن أبی رافع، أخرجه الحاکم، ورواہ حماد بن سلمۃ عن ابن عقیل عن عبد الرحمن بن جابر عن أبیہ، وله شاهد من حدیث أبی عیاش عن جابر، رواہ ابوداؤد والبیہقی، ورواہ أحمد والطبرانی من حدیث أبی الذرّاء“ انتھی (التلفیص البجیری ۴: ۲۸۳)

”وہ حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نسی شدہ دنبوں کی قربانی دی، اسے امام احمد، ابن ماجہ، بیہقی اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ ابن عقیل نقل کیا ہے اور ابن عقیل سے اس کی روایت کرنے والے سفیان ثوری ہیں۔ زھیر بن محمد نے یہی حدیث ابن عقیل سے نقل کی ہے، جس میں صحابی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بجائے ابورافع ہیں۔ یہ روایت مستدرک حاکم میں موجود ہے۔ حماد بن سلمہ نے یہی حدیث ابن عقیل سے روایت کی ہے جس میں صحابی جابر بن عبد اللہ ہیں۔ اس روایت کی تائید ابوعیاش کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ جابر سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد اور بیہقی میں موجود ہے۔ احمد اور طبرانی نے یہی حدیث ابوالذرّاء سے بھی روایت کی ہے۔“

”موجودین“ کے معنی کے متعلق امام زیلعی ”نصب الراية“ میں کہتے ہیں:

”قال المنذري فی حواشیه: المحفوظ: ”موجودین“ منزوعی الاثین، قالہ أبو موسیٰ الأصحانی، وقال الجوهري وغيره: الوجاء، بالكسر والدة۔ رض عرق الاثین، قال الحروي: والاثنیان بحالهما۔ وقال فی النهایہ: ومنهم من یروہ

”موجبين“ بغير حمزة على التخفيف، ويكون من وجية وجيا نحو موجي، قال: هذا الذي ذكره هو الذي وقع في سماعنا. انتسب (نصب الراية ٢: ٢٨٢)

”امام منذری فرماتے ہیں کہ صحیح لفظ ”موجوبین“ ہے، جس کا معنی ہے: دونوں خصیے کٹا ہوا۔ یہ بات ابو موسیٰ اصضہانی نے کسی ہے۔ جبکہ جوہری اور دوسرے علما کہتے ہیں کہ وجاء کے معنی خصیے کی نسل کو کوٹ دینے کے ہیں۔
الروی کہتے ہیں کہ دونوں خصیے اپنی جگہ برقرار ہوں۔ النہای میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگ ”موجبین“ (بغیر ہمہ) کے روایت کرتے ہیں اور ہمیں بھی اسی طرح روایت پہنچی ہے۔“

حافظ ابن حجر نے تلخیص البیہ میں فرمایا ہے :

”الموجودين: المزروع على الأرضين“ انتهى (التلخيص الجدير ٢ ٣٢٨)

”موجوئین“ کا مطلب ہے خصیہ نکالے ہوئے۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خسی شدہ مزدنیوں کی قربانی کی ہے، بلکہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قربانی کا ارادہ فرماتے تو خسی شدہ زہنے خرید کر لیتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خسی شدہ جانور کا گوشت پسند فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ صاحب شریعت صرف جائز اور مباح چیز ہی پسند فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ اس طرح کا گوشت اس وقت تک تیار نہیں ہو سکتا، جب تک جانوروں کو خسی نہ کیا جائے، اس لیے اس حدیث سے خسی کرنے کے جواز کی طرف اشارہ ملتا ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ اگر خسی کرنا فی نفسہ ممنوع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ خسی شدہ جانوروں کا گوشت کیسے پسند فرماتے؟ بلکہ اس صورت میں تو رغبت کرنے سے ممنوع فعل کی تائید ہوتی۔ اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے خسی شدہ جانور نہ خرید اور فرمایا کہ میں جانوروں کو خسی کرنے میں تعاون نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار میں ہے :

”حدثنا ابن أبي داود قال: ثنا عفيف بن سالم قال: ثنا علاء بن عيسى الذهبي قال: أني عمر بن عبد العزيز بن يحيى فخره أن ينام، وقال: ما كنت لأعين على الإحصاء“ (شرح معاني الآثار ٣: ٢٤١)

”عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک خنسی جانور لایا گیا تو انھوں نے اسے خریدنا پسند کیا اور فرمایا: میں جانوروں کو خنسی کرنے میں تعاون نہیں کرنا چاہتا۔“

ابو جعفر طحاوی نے ”شرح معانی الآثار“ میں دوسری جگہ فرمایا ہے :

اللاترى الى عمر بن عبد العزيز انه اتى بعبد خصى يشتريه ، فقال : ما كنت الاعين على الإحصاء ، فجعل ايتيابه إياه عوناً على إحصائه ، كذا كذا إحصاء الغنائم ، لو كان مكروها لما ضحى رسول الله ﷺ بما قد أنصى منها ، ولا يشبه إحصاء البعائم إحصاء بنى آدم ، لأن إحصاء البعائم إنما يراوده ما ذكرنا من سمانتها ، وقطع حصصها فذلك مباح ، وبأن آدم فناما يدا إناصهم المعاصي فذلك غير مباح ” انتهى (شرح معاني الآثار ٣ / ٣١٤)

”حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس خسی کردہ غلام فروخت کے لیے لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خسی کرنے کی تائید و حمایت نہیں کرتا۔ گویا انہوں نے اس کی خریداری کو اس عمل کی تائید سمجھا۔ پس اگر جانوروں کا خسی کرنا بھی مکروہ ہو تو رسول اللہ ﷺ خسی شدہ جانور کی قربانی ہرگز نہ کرتے۔ جانوروں کے خسی کرنے کو انسانوں کے خسی کرنے کے مثل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کو خسی صرف گوشت کو بہتر بنانے کے لیے کیا جاتا ہے، اس لیے یہ مباح ہے اور انسانوں کا خسی کرنا گناہ ہے، اس لیے ہرگز جائز نہیں۔“

جانوروں کو خسی کرنا اگر ناجائز ہو تا تو رسول اللہ ﷺ اس پر سکوت نہ فرماتے، بلکہ مرتبہ رسالت کے پیش نظر مسموع چیز کے ارتکاب پر بنا راضی کا اظہار کرتے اور عادت شریفہ کے مطابق فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کے کام کرتے ہیں؟ اس فعل پر حضور ﷺ کی خاموشی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ مسئلہ اصول حدیث کی کتابوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

علامہ شیخ شمس الدین سخاوی "فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث" میں فرماتے ہیں :

”والحديث في اللغز ضد التقديم، وفي اصطلاحهم: قول رسول الله ﷺ وسلم، وفعله، وتقريره، وصفته، حتى في الحركات والسكنات في اليقظة والنوم -“ انتهى (فتح المغيث ١٠).

”لغت میں لفظ حدیث قدیم کا خد ہے اور محدثین کی اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ کا قول، عمل، کسی بات پر خاموشی اور آپ ﷺ کے اوصاف و احوال کا بیان ہے، حتیٰ کہ آپ کے سونے اور جاگنے میں ہونے والی حرکات و سکنات بھی حدیث ہیں۔ ختم شد۔“

قاضی زکریا الانصاری "فتح الباقی شرح ألفیۃ العراقی" میں فرماتے ہیں:

”والحديث، ويرادفه الخبر، على الصحيح ما أضيف إلى النبي ﷺ قولاً، وفعلًا، وتقريرًا أو صفة“ انتهى مختصر (فتح الباقى ١، ٩١، ١٤٢)

”حدیث کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا قول، عمل، کسی عمل پر خاموشی اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے۔“

شیخ علی بن صلاح الدین "منہل الینابیع فی شرح المصابیح" کے باب الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں :

”قوله: فسكت عنه رسول الله ﷺ، وسكوتہ دل علی جواز أداء سترہ الصبح بعد أداء فریضۃ لمن لم یصلھا قبلہ“

”حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد فجر کی دو سنتیں ادا کرنے پر سکوت فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے پہلے سنت ادا نہیں کی، وہ فرض کے بعد ادا کر سکتا ہے۔ یہ جائز امر ہے اور اس کی دلیل آپ ﷺ کی خاموشی ہے۔“

امام زینی شریح مصابیح میں فرماتے ہیں :

”قوله: فسكت۔ يدل علی جواز ستر الصبح بعد فریضۃ لمن لم یصلھا قبلہ“ انتہی

”آپ ﷺ کی خاموشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے پہلے سنتیں ادا نہ کی ہوں، وہ فجر کی فرض نماز کے بعد انھیں ادا کر لے۔“

پس مسند بزار کی حدیث اور ان حدیثوں کے درمیان تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ان جانوروں کا خسی کرنا جائز ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، مگر جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، ان کا خسی کرنا درست نہیں۔ اسی بنا پر ائمہ متقدمین میں طاؤس و عطاء وغیرہ اور اکثر علمائے متاخرین ان جانوروں کا خسی کرنا جائز قرار دیتے ہیں، جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

”شرح معانی الآثار“ میں مذکور ہے :

”حدثنا ابن ابی عمران قال : ثنا عبد اللہ قال ثنا سفیان عن ابن طاؤس أن أباه أنصى حماله“ (شرح معانی الآثار ۴/ ۳۱۸)

”طاؤس نے اپنے اونٹ کا آنتھہ کیا تھا۔“

”حدثنا ابن ابی عمران قال : ثنا عبد اللہ قال : ثنا سفیان عن مالک بن مغول عن عطاء قال : لا بأس باخصاء الفضل إذا خشي عصفاه“ (مصدر سابق)

”عطا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اگر زباجز نور دانت کاٹنے لگے تو اس کے خسی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ختم شد۔“

تفسیر ”معالم التنزیل“ میں ہے :

”وقد جوزه بعضهم في البهائم لأن فيه غرضاً ظاهراً“ (معالم التنزیل للبغوي ۲/ ۲۳۹)

”بعض علمائے جانوروں کا خسی کرنا جائز قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کی غرض اور فائدہ معلوم ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

”فإن الإخصاء في الأدمى حرام، صغيرا كان أو كبيراً، قال البغوي : وكذا يحرّم خصاء كل حيوان لا يلاكل، وأما المأكول فمحذور خاص في صغره، ويحرّم في كبّره، والله أعلم۔“ (شرح النووي علی صحیح مسلم ۹/ ۱۷۷)

”آدمی کا خسی کرنا حرام ہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت حلال نہیں ان کے بارے میں یہی حکم ہے۔ البتہ حلال جانوروں کا خسی کرنا چھوٹی عمر میں جائز ہے اور بڑی عمر میں حرام ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”فتح الباری شرح صحیح بخاری“ میں فرماتے ہیں :

”قل القطري : الإخصاء في غير بني آدم ممنوع في الحيوان إلا لفسد حاصل في ذلك كتنقيب اللحم أو قطع ضرر عنه، وقال النووي : يحرّم خصاء الحيوان غير المأكول مطلقاً، وأما المأكول فمحذور في صغره دون كبيره، وما أظنه يدفع ما ذكره القطري من إباحة ذلك في الحيوان الكبير عند إزالة الضرر۔“ (فتح الباری ۹/ ۱۱۹)

”قرطبی فرماتے ہیں کہ جانوروں کا خسی کرنا بھی درست نہیں، سوائے اس کے کہ اس سے گوشت کو بہتر بنانا یا اس کے ضرر سے محفوظ رہنا مقصود ہو۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت حرام ہے، ان کا خسی کرنا مطلقاً ممنوع ہے، البتہ حلال جانوروں کا چھوٹی عمر میں خسی کرنا جائز ہے، بڑی عمر میں نہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ نووی کے اس بیان سے قرطبی کے مذکورہ بالا قول کی تردید مقصود نہیں ہے، جس میں انھوں نے دفع ضرر کے لیے بڑے جانوروں کے خسی کرنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔“

طاہوی ”شرح معانی الآثار“ میں کہتے ہیں :

”وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا : ما نيفت عصفاه من البهائم أو ما أريد شتمه منها فلا بأس باخصائه، وقالوا : هذا الحديث الذي اتج به علينا مخالف لما هو عن ابن عمر موقوف، وليس عن النبي ﷺ“ (شرح معانی الآثار ۴/ ۳۱۷)

”دوسروں نے اس مسئلہ میں خسی جائز نہ قرار دینے والوں سے اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ضرر سے بچنے کے لیے یا گوشت کو بہتر بنانے کی غرض سے خسی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ جس حدیث سے مخالفین نے استدلال کیا ہے، وہ ابن عمر پر موقوف ہے، رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں۔ ختم شد۔“

اگر تمہارے ذہن میں اشکال ہے کہ کوئی چیز اسی وقت پسندیدہ ہو سکتی ہے، جب وہ شرعی طور پر ممنوع طریقے سے حاصل نہ ہو، ورنہ اس کی پسندیدگی ممنوع طریقے کی تائید اور اس عمل کے مرتکب کی اعانت تصور کی جائے گی اور کسی شخص کا خلاف شرع بات میں مددگار ہونا جائز نہیں۔ مثلاً خچر پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہم اسے ناجائز قرار دیں تو پھر اس کی کیا توجیہ کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور اگر جائز کہا جائے تو خچر پر سواری کی رغبت اور اس پر سوار ہونے سے گھوڑے اور گدھے کے ملاپ کرانے والے کی اعانت و امداد ہوتی ہے اور چونکہ یہ عمل جائز نہیں، لہذا اس خچر پر سواری بھی جائز نہیں ہونی چاہیے۔

اسی طرح اس مسئلہ میں کہ شراب سے تیار کیا ہوا سرکہ جائز ہے کہ نہیں؟ اگر اسے جائز مانا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ دوسرے ناجائز عمل میں معین اور مددگار ہے۔ اس لیے کہ شراب سے سرکہ بنانا صحیح حدیثوں کی رو سے ممنوع ہے۔ لہذا اس کا استعمال بھی اسی حکم میں داخل ہوگا اور اگر ناجائز مانا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ صحیح حدیث کی رو سے سرکہ بہترین سالن ہے۔ اس عام جملے میں سرکہ کی تمام اقسام داخل ہیں۔ شراب سے حاصل شدہ سرکہ گواس سے الگ نہیں کیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ شراب سے سرکہ بنانا ناجائز ہے، مگر اس سرکہ کا استعمال جائز ہے، جیسا کہ بعض مجتہدین کا مذہب ہے۔ اسی طرح خسی کردہ دنبوں کی قربانی جائز ہے اور اس کا گوشت بھی مرغوب، مگر خسی کرنا بذات خود ممنوع ہی رہے گا۔

اس کا جواب غور سے سن لو کہ حقیقت تو یہی ہے جو بیان کی گئی ہے کہ جو چیز شرعاً ممنوع طریقے سے حاصل ہو، اس کی طرف رغبت جائز نہیں، اسے جائز قرار دینے سے خرابی لازم آئے گی۔ ایک چور جو مال چوری کے ذریعے حاصل کرتا ہے، وہ مال جس طرح اس کے لیے حرام ہے، اسی طرح اس شخص کے لیے بھی حرام ہے جس کے علم میں یہ بات آجائے کہ اس مال چوری کا ہے، اس کے لیے چوری کا مال استعمال کرنا جائز نہیں۔ مگر خچر پر سواری کرنا جائز و درست ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ نحل میں ارشاد فرماتے ہیں :

وَالنَّحْلُ وَالْبَقَالُ وَالْأَنْعَامُ لَكُمْ بِمَا وَزَنْتَهُ (النحل: ۸)

”یعنی گھوڑے، خچر، گدھے سواری کے لیے اور تمہاری زینت کے لیے ہیں۔“

یعنی گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کی پیدائش کا مقصد ہی زینت اور سواری ہے۔ اس کے متعلق کئی حدیثیں بھی معروف ہیں۔

”عن البراء بن عازب قال : رأيت رسول الله ﷺ وهو على بغلة البيضاء ، وأبو سفيان بن الحارث أخذ بها معها ، وهو يقول : أئنا النبي لا كذب ، أئنا ابن عبد المطلب “ رواه البخاري وغيره (صحیح البخاری، رقم الحديث ۲۷۷۲، صحیح مسلم، رقم الحديث ۱۷۷۶)

”براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سواری میں اور ابو سفيان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نبی ہوں، یہ کوئی جھوٹی بات نہیں اور میں عبد المطلب کی اولاد سے ہوں۔ اس روایت کو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔“

”وعن العباس بن عبد المطلب قال : شهدت مع رسول الله ﷺ يوم حنين فلم يتم أنا وأبو سفيان بن الحارث بن عبد المطلب رسول الله ﷺ فلم نفارق ، ورسول الله ﷺ على بغلة بيضاء “ (شرح معاني الآثار ۲/۲۷۲)

”عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ابو سفيان بن حارث حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے۔“

”وعن قاسم بن عبد الرحمن عن أبيه قال : قال عبد الله بن مسعود : كنت مع رسول الله ﷺ يوم حنين ، ورسول الله ﷺ على بغلة “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”قاسم بن عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یوم حنین کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور رسول اللہ ﷺ خچر پر سوار تھے۔“

”وعن سليمان بن عمرو بن الأحوص عن أمه قالت : رأيت رسول الله ﷺ يوم النحر عند حجرة العقبة ، وهو على بغلة “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”سليمان بن عمرو بن الأحوص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو قربانی کے دن حجرة العقبة کے پاس دیکھا، آپ ﷺ خچر پر سوار تھے۔“

”وعن عبد الله بن بشر عن أبيه أنه قال : أتى رسول الله ﷺ إياهم ، وهو راكب على بغلة “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”عبد اللہ بن بشر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا : رسول اللہ ﷺ ان کے پاس خچر پر سوار ہو کر آئے۔“

”وعن أنس قال كان رسول الله ﷺ على بغلة شهباء فمر على حائط لبنى النجار “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خچر شہباء پر سوار تھے اور اس پر بنی نجار کے علاقے سے گزرے۔“

”وعن عبد الله بن علي بن أبي رافع أنه رأى بغلة النبي ﷺ شهباء ، وكان عند علي بن حسين “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”عبد اللہ بن علی بن ابی رافع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے خچر شہباء کو دیکھا، جب وہ علی بن حسین کے پاس تھا۔“

”وعن إياس بن سلمة حدثني أبي قال : غزونا مع رسول الله ﷺ حينما فؤك حديثاً طويلاً ، فبهرت علي رسول الله ﷺ مضرباً ، وهو على بغلة الشهباء “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”إياس بن سلمة کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا : ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ پھر اس سے متعلق طویل حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پھر میں پسپا ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ ﷺ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔“

”وعن عتيبة بن عامر قال : ركب رسول الله ﷺ بغلة “ (شرح معاني الآثار ۳/۲۷۲)

”عتیبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار ہوئے۔“

مندرجہ بالا آٹھ حدیثیں امام طحاوی اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہیں۔ باقی رہا گدھے اور گھوڑے کے درمیان اختلاط تو وہ ممنوع نہیں، کیونکہ اگر ممنوع ہوتا تو خچر پر سواری بھی جائز نہ ہوتی، جب سواری جائز ہے تو یہ فعل ممنوع نہیں۔ یہ وہ چند دلیل ہیں جو ہم نے اس ضمن میں بیان کر دی ہیں، جس سے اس کا اثبات ظاہر ہوتا ہے۔

نیز سنن ابوداؤد اور معانی الآثار میں ہے :

”عن ابی رزین عن علی بن ابی طالب قال : اُحدیت لرسول اللہ ﷺ بغیرہ فرجھا فقال علی : لو حملنا الحمر علی النخل لکان لنا مثل حزمہ ، فقال رسول اللہ ﷺ : إنما یفضل ذلک الذین لا یعلمون۔“ (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۲۵۶۵، شرح معانی الآثار ۳/ ۲۷۱)

”حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خچر کا ہدیہ پیش کیا گیا، اسے آپ نے قبول فرمایا اور اس پر سواری کی۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ہم نے گدھے اور گھوڑے کی جفتی کی جوتی تو اسی طرح ہمارے پاس بھی خچر ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نادان ایسا کرتے ہیں۔“

”شرح معانی الآثار“ وغیرہ میں ہے :

”وعن ابن عباس قال : ما اختصنا رسول اللہ ﷺ بشیء دون الناس الا بثلاث : اسباغ الوضوء ، وأن لا تأکل الصدقة ، وأن لا تنزلی الحمر علی النخل۔“ (شرح معانی الآثار ۳/ ۲)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دوسروں سے تین باتوں میں ممتاز بتایا : اسباغ الوضوء ، صدقہ کا مال نہ کھانا اور گھوڑے و گدھے کے درمیان جفتی نہ کرنا۔“

اس کا جواب تین طریقوں سے دیا گیا ہے :

۱۔ علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ممانعت نہیں آئی، بلکہ اتنا کہا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ کرتے ہیں جو بے خبر ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو بے علم اور جاہل ہیں اور یہ کام اہل علم اور سادات کا نہیں کہ وہ اس کام میں وقت صرف کریں۔

اسی معنی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان ہوئی ہے، یعنی یہ ایسا کام نہیں ہے ہم ہاشمیوں کے لیے خاص کیا جاتا۔ دوسرے تمام لوگ اس حکم میں شامل نہیں یعنی انہیں رخصت ہے۔ اہل بیت کو صرف تین چیزوں میں دوسروں سے ممتاز کیا گیا ہے۔ ایک اسباغ الوضوء یعنی ہر عضو کو تین تین بار دھوئیں، جبکہ دوسرے اگر ایک ایک دو دو بار بھی دھولیں تو مضائقہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ صدقہ نہیں کھاتے اور گھوڑے گدھے میں جفتی نہیں کراتے۔ یہی حکم ہاشمیوں کے لیے ان کے شرف شان کی وجہ سے ہے۔ کسی معصیت کی وجہ سے یہ تخصیص نہیں، اگر اس میں معصیت کو دخل ہوتا تو ہاشمیوں کی تخصیص نہ ہوتی کہ اوامر و نواہی میں امت محمدیہ برابر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ گھوڑے اور گدھے کی جفتی کرنا اور اسباغ الوضوء نہ کرنا ہاشمیوں کے علو شان کے خلاف ہے، البتہ غیر ہاشمی اس حکم سے الگ ہیں۔ ہاشمیوں کے لیے ان تینوں باتوں کا حکم ان کی شان کی وجہ سے باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

۲۔ اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس قول ((إنما یفضل ذلک الذین لا یعلمون)) کا کیا مطلب ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے حصول اور اس کے استعمال میں جواہر اور فائدہ ہے، وہ خچر میں نہیں۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کے فوائد بہ نسبت خچر کے بہت ہیں، جو گدھے اور گھوڑے کے ملاپ سے نادان لوگ حاصل کرتے ہیں۔ گویا وہ ایسی چیز پر توجہ نہیں کرتے جس میں اجر ہے، بلکہ ایسی چیزوں پر توجہ دیتے ہیں جس میں اجر نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر کی حدیث میں مروی ہے، جسے ائمہ صحاح نے روایت کیا ہے :

”عن ابی ہریرۃ قال : سئل رسول اللہ ﷺ عن النخل ، فقال حی ثلاثہ : لرجل أجر ، ورجل ستر ، ورجل وزر ، قالوا : فالحمر یا رسول اللہ ﷺ ؟ قال : لم یزل علی فی الحمر شیء ، الا هذه الآیۃ الفاذۃ : فَمَنْ یَعْمَلْ مِنْهَا ذَرَّةً خَيْرًا یَرَهُ وَمَنْ یَعْمَلْ مِنْهَا ذَرَّةً شَرًّا یَرَهُ۔“ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۷۰۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۸۷)

”وعن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : النخل معقوفی نواصیا الخیر الی یوم القیامۃ۔“ أخرجه أئمة الصحاح وغیرہ۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۶۹۷، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۸۷۳)

”ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے گھوڑوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تین طرح کے لوگوں کے لیے ہیں۔ کسی کے لیے یہ باعث اجر ہیں اور کسی کے لیے پردہ اور کسی کے لیے وبال جان اور بلاکت خیز۔ پھر لوگوں نے گدھے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا : گدھے کے فائدے سے متعلق اس آیت کے علاوہ مجھ پر اور کچھ نازل نہیں ہوا۔ یعنی جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی وہ اس کا اجر پائے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی اسے بھی دیکھنے گا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مذکور ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : گھوڑے کے ساتھ شغف میں قیامت تک بھلائی ہی بھلائی ہے۔ یہ حدیث بھی صحاح و سنن میں موجود ہے۔“

طحاوی ”شرح معانی الآثار“ میں فرماتے ہیں :

”فان قال قائل : فما معنی قول النبی ﷺ : إنما یفضل ذلک الذین لا یعلمون ؟ قیل لہ : قد قال أصل العلم فی ذلک : معناه : أن النخل قد جاء فی ارتباطھا واكتسابھا وعلفھا الأجر ، ولیس ذلک فی البغال ، فقال النبی ﷺ : إنما یزوفرس علی فرس حتی یتحون عنھا فایذی الأجر ، ویکمل حماراً علی فرس فیکون عنھا یذل الأجر فیہ ، الذین لا یعلمون آی لانهم یترکون بذلک إلتاج مافی الارتباط الأجر ، وینجون مالا أجر فی الارتباط۔“ (شرح معانی الآثار ۳/ ۲۷۳)

”اگر کہنے والا یہ کہے : نبی ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو نادان ہیں۔ تو اسے کہا جائے گا کہ اہل علم نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ گھوڑوں کو پہلنے، ان کی پرورش کرنے اور انہیں چارہ ڈالنے کے متعلق اجر و ثواب کی بشارت مروی ہے، لیکن خچر کے متعلق ایسی کوئی چیز مروی نہیں۔ گھوڑوں کی باہم جفتی میں اجر ہے اور گدھے کی گھوڑے کے ساتھ جفتی میں کوئی اجر نہیں۔ اس طرح لوگ وہ چیز پیدا کرنا چھوڑ دیتے ہیں جس کی پرورش میں اجر ہے اور اس میں مشغول ہوتے ہیں جس کی پرورش میں کوئی اجر نہیں۔“

۳۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بنو ہاشم کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ خچر کے مقابلے میں گھوڑے کی نسل پر توجہ دی جائے اور اس طرح ان کی افزائش ہو۔

طحاوی ”شرح معانی الآثار“ میں فرماتے ہیں :

”حدثنی عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال : ما اختصنا رسول اللہ ﷺ الا بثلاث : أن لا تأکل الصدقة ، وأن تسبیح الوضوء ، وأن لا تنزلی حماراً علی فرس ، قال : فطقیقت عبد اللہ بن الحسن ، وھو یطوف بالیت فیدھتہ فقال : صدق ، کانت النخل قلیلیۃ فی بنی ہاشم فأجاب أن یتکثر فھم۔“ (مصدر سابق ۳/ ۲۷۵)

”عبداللہ بن عبداللہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے تین باتیں خاص کر دی ہیں: ہم صدقہ نہ کھائیں، چھٹی طرح وضو کریں اور گھوڑے اور گدھے میں جھتی نہ کرائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میری عبداللہ بن حسن سے ملاقات ہوئی، جب آپ بیت اللہ کا طواف فرما رہے تھے۔ میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ بنو ہاشم میں گھوڑے بہت کم تھے۔ آپ ﷺ یہ چاہتے تھے کہ گھوڑے کی نسل بڑھے۔“

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فہن عبداللہ بن الحسن بتفسیرہ هذا المعنى الذي له اختص رسول الله ﷺ بنى هاشم أن لا يزوحمار على فرس، وأنه لم يكن للتحريم، وإنما كانت لعلة قلة الخيل، فإذا ارتفعت تلك العلة وكثرت الخيل في أيديهم، صاروا في ذلك كغيرهم، وفي اختصاص النبي ﷺ إياهم بالنهي عن ذلك دليل على إباحته لغيرهم۔“ (مصدر سابق)

”عبداللہ بن حسن کی توجیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے اور گدھے کی جھتی کرانے کو حرام نہیں قرار دیا تھا، بلکہ گھوڑوں کی قلت کی وجہ سے یہ بات کہی تھی، پھر جب یہ علت دور ہو گئی تو اس سے کوئی چیز مانع نہ رہی۔ نیز یہ کہ اس عمل سے صرف بنو ہاشم کو روکا گیا ہے، یعنی دوسروں کے لیے یہ عمل مباح ہے۔“

شراب سے سرکہ بنانے اور اس کے کھانے سے متعلق تحقیق یہ ہے کہ بلاشبک وشبہ یہ حدیث: ”نعم الا داء الخل“ (سرکہ بہترین سالن ہے) صحیح ہے۔ اسے حضرت جابر بن عبداللہ وعائشہ وام ہانی اور ابن رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ۲۰۵۲، سنن ابی داود ۳۸۲۰، سنن الترمذی ۱۸۳۰، سنن النسائی ۳۷۹۶، سنن ابن ماجہ ۳۱۶)

حدیث جابر أخرجه السيوطي، وأخرج عاتشه أخرجه الترمذي، وحدیث أم حانی أخرجه الحاكم في المستدرک، وحدیث أمین أخرجه البيهقي في شعب الإيمان، فمن شاء الاطلاع على إسناده وطرقه وألفاظه ومتونها فليمرع إلى الكتب الصحاح ونصب الراية للزيلعی، فإنه كتاب عديم التنظير في بابہ۔ (نصب الراية ۳۶۷)

”حضرت جابر کی روایت بخاری کے سوا ائمہ نے نقل کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ترمذی میں، ام ہانی کی حدیث مستدرک حاکم میں اور ابن کی حدیث بیہقی کی شعب الإيمان میں موجود ہے۔ ان کے اسناد و متون کی تحقیق کے لیے کتب حدیث اور نصب الراية کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ زیلعی کی ”نصب الراية“ اس باب میں بے نظیر کتاب ہے۔“

پھر شراب سے سرکہ بنانے کی ممانعت ثابت ہے۔

”عن أنس قال: سئل النبي ﷺ عن الخمر متخذة خلا، قال: لا۔“ رواه مسلم والدارقطني۔ (صحیح مسلم، رقم الحديث ۱۹۸۳، سنن الدارقطني ۳۲۶۵)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے شراب سے سرکہ بنانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ممانعت فرمائی۔ یہ روایت مسلم اور دارقطنی نے نقل کی ہے۔“

”وأخرج مسلم أيضا عن أنس: ”أن أباطة سأل النبي ﷺ عن أيتام ورثوا خمرًا؟ قال: أخرجها، قال: فلا نجعلها خلا؟ قال: لا۔“ (مسند أحمد ۱۱۹۳)

”مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ایسے قیموں کے متعلق پوچھا جنہیں شراب ورثہ میں ملی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شراب بہادو۔ ابو طلحہ نے کہا: ہم اس سے سرکہ نہ بنالیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔“

وفی رواية الدارقطني عن أنس: ”أن قيمانًا كان في حجر أبي طلحة فاشترى له خمرًا فحارمت سئل رسول الله ﷺ أن يخذ خلا؟ قال: لا۔“ انتهى (سنن الدارقطني ۳۲۶۵)

”دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک قیم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی تولیت میں تھا، انھوں نے اس کے لیے شراب خریدی۔ جب اس کی حرمت آگئی تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس سے سرکہ بنالیں؟ تو آپ ﷺ نے ممانعت فرمادی۔ ختم شد۔“

زیلعی ”نصب الراية“ میں کہتے ہیں:

”واستدلال الشافعية على منع تحليل الخمر بما أخرجه مسلم عن أنس، قالوا: ولأن الصحابة أراقوا حين نزلت آية التحريم، كما ورد في الصحيح، فلو جاز التحليل لينة عليه السلام كما نبه أهل الشافعية على دباغها۔“ انتهى (نصب الراية ۳۶۷)

”شافعیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شراب سے سرکہ بنانا منع ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آیت تحریم کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے تمام شراب بہادی، جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اگر شراب سے سرکہ کی کشیدگی جائز ہوتی تو آپ ﷺ اسے بیان فرما دیتے، جس طرح مردہ بکری کے ہڈی کے دباغت کے متعلق آگاہ فرمایا۔ ختم شد۔“

لیکن ام سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کے خلاف ہیں:

حدیث ام سلمہ أخرجه الدارقطني في سننه: ”حدثنا أحمد بن محمد ابن زياد القطان نا عبد الكريم بن الليثم نا محمد بن عيسى بن الطباع نا فرج بن فضالة عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: كانت لنا شاة فماتت فقتل النبي ﷺ ما فلتت شاة ثم قتنا ما ت، قال: أفلا ننقصتم بها جاحا؟ قلنا: إنا نبيته، قال: يعل دباغها كما يعل خل الخمر، رواه الدارقطني، وحدیث جابر أخرجه البيهقي في المعرفة، رواه المغيرة بن زياد عن أبي الزبير عن جابر عن النبي ﷺ أنه قال: خير تخم خل خمرکم۔“ (سنن الدارقطني ۳۲۶۶، معرفة السنن والآثار ۸۲۶)

”ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث دارقطنی نے سنن میں روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی، وہ مر گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: بکری کو کیا ہوا؟ ہم نے کہا: وہ تو مر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا ہڈی اکھوئے نہ نکال لیا؟ ہم نے کہا: حضور وہ تودہ تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: دباغت کے بعد اس کے ہڈی کا استعمال جائز ہے، جس طرح شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے۔ جابر کی حدیث بیہقی نے اپنی کتاب المعرفة میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب سے کشید کردہ سرکہ سب سے بھلا سرکہ ہے۔“

ام سلمہ اور جابر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیثوں کے متعلق جواب دو طرح سے ہے۔

اولاً تو یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ دارقطنی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :

”تفرد بہ فرج بن فضالہ عن یحییٰ، وهو ضعیف، یروی عن یحییٰ بن سعید أحداث عدۃ، لا یتابع علیہا۔“

”اسے فرج بن فضالہ نے یحییٰ سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ اس نے یحییٰ بن سعید سے کئی ایسی حدیثیں روایت کی ہیں، جن کی تائید و متابعت دوسرے راوی نہیں کرتے۔“

یہی ”المعرفہ“ میں کہتے ہیں :

”تفرد بہ المغیرۃ بن زیاد، ولیس بالتقوی، وأصل البخاری لم یسموٰی غل العنب غل الخمر۔“

”یہ روایت صرف مغیرہ بن زیاد سے مروی ہے اور وہ قوی راوی نہیں۔ نیز اہل حجاز انکور کے سر کے کو شراب کا سر کہتے ہیں۔“

ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض یہ حدیثیں صحیح مان لیں جائیں تو اس سے مراد وہ سر کہ ہوگا جو شراب میں کچھ ملاوٹ کے بغیر تیار ہو۔ یعنی اگر اسے دھوپ سے بٹا کر سائے میں رکھ دیا جائے یا سائے سے دھوپ میں رکھ دیا جائے اور وہ سر کہ بن جائے تو پاک ہے اور اس کا کھانا درست اور جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ یہی کتاب ”المعرفہ“ میں کہتے ہیں :

”وإن صح فھو محمول علی ما إذا تخلل بنفسه، وعلیہ مکمل أیضاً حدیث فرج بن فضالہ۔“ (معرفة السنن والآثار ۸: ۲۲۶)

”اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ اس پر محمول ہے جب شراب خود سر کہ میں تبدیل ہو جائے۔ فرج بن فضالہ کی حدیث بھی اسی پر محمول کی جائے گی۔ ختم شد۔“

امام نووی شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں :

”إن النبی ﷺ سئل عن الخمر تھ خلا؛ فقال : لا۔ هذا دلیل الشافعی والمجھور أنہ لا یجوز تخلیل الخمر، ولا تطھر بالتخلیل، هذا إذا تخلل الخمر أو بصل أو خمیرة أو غیر ذلک مما یلتقی فیما فیہی باقیة علی نجاستھا، وبئس ما یلتقی فیھا، ولا یطھر هذا الخمر بعدہ أبداً، لا یغسل ولا یغیرہ، أما إذا تخللت من الشمس إلى الظل أو من الظل إلى الشمس ففي طهارتھا وجھان لأصحابنا، أصحھا تطھر، هذا الذی ذکرناہ من أنها لا تطھر إذا تخللت بالقاء شیء، فیما حوٰہب الشافعی وأحمد والمجھور، وقال الأوزاعی واللیث وأبو حنیفہ: تطھر، وعن مالک ثلاث روایات، أصحھا عنہ أن التخلیل حرام، فلو تخلل عسوی، وطمرت، والثانیة حرام، ولا تطھر، والثالثہ حلال و تطھر، وأجمعوا أنها إذا تخللت بنفسھا خلا طهرت۔“ (نسخی (شرح صحیح مسلم للنووی ۱۳: ۱۵۲)

”نبی ﷺ سے شراب سے سر کہ کشید کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ شوافع اور مجھور کے نزدیک اسی دلیل کی بنا پر شراب میں پیاز، روٹی اور خمیرہ وغیرہ ڈال کر سر کہ بنانا جائز نہیں کہ اس سے شراب کی نجاست ختم نہیں ہوتی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس شراب یا اس طرح حاصل کردہ سر کہ میں ڈالی ہوئی چیز دھونے یا کسی اور طرح سے ہرگز پاک نہیں ہوتی۔ ہاں اگر شراب کو دھوپ سے بٹا کر سائے میں یا سائے سے بٹا کر دھوپ میں رکھ دیا جائے اور اس طرح سر کہ بن جائے تو یہ صحیح قول کے مطابق پاک ہے، البتہ اس میں کوئی چیز ڈال دی جائے تو پاک نہیں ہوتی۔ شافعی، احمد اور مجھور کا یہی مذہب ہے۔ امام اوزاعی، لیث اور ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ پاک ہے۔ امام مالک سے تین روایتیں منقول ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ اس طرح سر کہ بنانا جائز ہے اور اس کا مر تبک گنہگار ہوگا، البتہ سر کہ پاک ہوگا۔ دوسری روایت ہے کہ اس طرح سر کہ بنانا جائز ہے اور سر کہ بھی پاک نہیں رہتا۔ ایک تیسری روایت یہ ہے کہ سر کہ بنانا بھی جائز ہے اور سر کہ بھی پاک ہے۔ البتہ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر شراب خود سے سر کہ بن جائے تو پاک ہے۔ ختم شد۔“

پس صحیح رائے امام شافعی، احمد اور مجھور علما کی ہے کہ شراب سے خاص طور پر سر کہ بنانا ناجائز اور ممنوع ہے اور اس طرح کشید کردہ سر کہ پاک نہیں ہوتا، البتہ اگر کسی چیز کی ملاوٹ کے بغیر شراب خود سے سر کہ میں تبدیل ہو جائے تو پاک اور حلال ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ملاوٹ کے ساتھ سر کہ اتارنا ہی ناجائز ہو تو پھر اس کا استعمال کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ شراب کا سر کہ بھی سر کہ ہے، مگر شارع نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ اگر جائز ہوتا تو آپ ﷺ قیوموں کا مال ہر گز ضائع کر دینے کا حکم نہ دیتے، بلکہ قیوموں کو اس مال سے حلال طریقے سے فائدہ پہنچاتے۔ یہ بات ہر وہ شخص سمجھ سکتا ہے، جس کا فہم سلامت ہے۔

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، اس کا خسی کرنا جائز نہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا خسی نہ کرنا افضل ہے اور عزیمت کا یہی تقاضا ہے۔ ہاں خسی کرنا جائز ہے اور اس کی اجازت ہے۔

بعض علما جانوروں کے خسی کرنے کے حق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے امام بخاری نے ”باب لا یؤخذ فی الصدقۃ حرمتہ، ولا ذات عوار، ولا یتس إلا ما شاء المصدق“ میں نقل کیا ہے :

”حدثنا محمد بن عبد اللہ قال : حدثنی أبی قال : حدثنی ثمامہ أن أنسا حدثہ أن أبابکر کتب لہ العقی أمر اللہ ورسولہ ﷺ : ولا یسخر فی الصدقۃ حرمتہ، ولا ذات عوار، ولا یتس إلا ما شاء المصدق“ (وکلذا أخرجه الإمام أحمد والبوداد وغيرهما۔) (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۸۴، مسند أحمد ۱۱، سنن أبی داود ۱۵۶۷)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انھیں اللہ اور اس کے رسول کے احکام لکھ کر دیے ہیں، جن میں صدقہ کا بیان تھا۔ لکھا تھا کہ صدقہ میں بہت بوڑھا یا عیب دار جانور اور سانڈ نہ لیا جائے الا یہ کہ صدقہ وصول کرنے والا اسے قبول کر لے۔ امام احمد اور ابو داود وغیرہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔“

ان کا کہنا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں کو چھ چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے اور ان چیزوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ عرب اور عجم کے لوگ اکثر اونٹ، گائے، بکروں اور بھیڑوں کے گوشت استعمال کرتے تھے، ان میں خسی کردہ جانوروں کے گوشت ان کے نزدیک زیادہ لذیذ اور مرغوب ہیں۔ نیز یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ غیر آئندہ شدہ بکرے اور بھیڑ (جو تو اور سانڈ وغیرہ) کا گوشت بہت ہی بدبودار اور بد ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کی بو بھی ناقابل برداشت ہوتی ہے، قبیح کھانے کے لیے اس کا استعمال مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ نے غیر خسی شدہ جانوروں کو زکات میں دینے سے ممانعت فرمائی ہے، اس لیے کہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔

چنانچہ قسطلانی "ارشاد الساری شرح صحیح بخاری" میں لکھتے ہیں :

"ولایتیں۔ وحو فعل الغنم، أو مخصوص بالمعز، لقوله تعالى: وَلَا تَتَّبِعُوا النَّجِثَ مِنْهُ ثَغْفُونَ" انتہی (ارشاد الساری للقسطلانی ۳: ۲۷)

"نہ" نہیں "لیا جائے۔" ہمیں "بھیدوں کے نہ لکھتے ہیں، جو افزائش نسل کے لیے بکری سے مخصوص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: نجیث چیزوں کا قصہ نہ کرو، جنہیں تم دینا تو پسند کرتے ہو، لینا نہیں۔"

شیخ الاسلام دہلوی صحیح بخاری کی فارسی شرح میں لکھتے ہیں :

"زبحہ جیسے فارسی میں تکہ (اردو میں بوتو) کہتے ہیں صدقہ میں نہ دیا جائے، کیونکہ اس کا گوشت بہت بدبودار ہوتا ہے اور خرابی سے پاک نہیں، البتہ افزائش نسل کے لیے یہ ضروری ہے۔" ختم شد

"تیس تکہ و تیس آتیاں، جماعہ" (فتی الارب، ص: ۲۰۰)

"تیس، بوتو کو کہتے ہیں۔" تیس اور "آتیاں" اس کی جمع ہے۔"

حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں لکھتے ہیں :

"اتیس حو فعل الغنم" انتہی (فتح الباری ۳: ۳۲۱)

"اتیس: بھید، بکری کے ز (بوتو) کو کہتے ہیں۔"

اس کا اطلاق خصی شدہ بکرے اور جنے پر نہیں ہوتا، بلکہ صرف غیر خصی شدہ کو "تیس" کہتے ہیں۔

"لما فی الحدیث الطویل عن انس مرفوعاً، وفیه: "فَاِذَا بَلَغَتِ سَنًا وَاَرْبَعِیْنَ، فَنُفِصِلُهَا طَرِيقًا وَتَدْرُسُ الْفُحْلَ" أخرجه أبو داود وغيره بلفظ الفحل، وأما البخاري فيلفظ الجمل۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۳۸۲، سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۵۶۷)

"حضرت انس رضی اللہ سے مرفوعاً ایک حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ جب اونٹ کی تعداد چھیالیس تک پہنچ جائے تو اس کی زکات ایک حصہ (ایسی اونٹنی جو زکے جفتی کے قابل ہو) ہے۔ اسے ابو داود وغیرہ نے لفظ "الفحل" کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر بخاری نے لفظ "الجمل" کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے۔"

یہاں تک تو ان لوگوں کی دلیل کا ذکر ہوا جو خصی کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ مخالفین کا کہنا ہے کہ اس سے خصی کرنے کے جواز پر استدلال درست نہیں۔ اس لیے کہ "تیس" کو زکات میں دینے کی ممانعت کا سبب اس کے گوشت کی خرابی نہیں، بلکہ تیس دو سال کے زجانور کو کہتے ہیں جو جفتی کے قابل نہیں ہوتا۔ لہذا اس سے افزائش نسل کا فائدہ عملاً ناممکن ہے اور زکات میں فائدہ مند چیز نکالنا لازم ہے، چاہے فائدہ دودھ کی شکل میں ہو یا نسل کی افزائش کی شکل میں، اور تیس میں ان میں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

قاموس میں ہے :

"اتیس: الذکر من الظباء والمعز والوحول، إذا أتى عليه سنة" انتہی (القاموس المحیط، ص: ۶۸۹)

"یعنی ہرن، بھید اور پہاڑی بکریوں کے نہ کو تیس کہتے ہیں جب وہ سال بھر کا ہو جائے۔"

"مصباح المنیر" میں ہے :

"اتیس الذکر من المعز إذا أتى عليه حول، وقبل الحول حوبدي" انتہی (المصباح المنیر للشیخ ۱: ۷۹)

"یعنی تیس زبحہ اور جنے کو کہتے ہیں جب وہ سال بھر کا ہو جائے۔ سال سے چھوٹا ہو تو اسے "جدي" کہتے ہیں۔ ختم شد۔"

حافظ ابن حجر "حدی الساری مقدمہ فتح الباری" میں فرماتے ہیں :

"تیس حوالہ ذکر الائی من المعز الذي لم يبلغ حد الضراب" انتہی (حدی الساری ص: ۹۳)

"تیس بھید کے زودولنے کو کہتے ہیں جو ابھی افزائش نسل کے قابل نہ ہو۔"

زرقانی شرح موطا امام مالک میں فرماتے ہیں :

"ولا يخرج في الصدقة تيس، حو فعل الغنم، أو مخصوص بالمعز، لأنه لا منصفه فيه لدرو لانسيل، وإنما يخرج في الزكاة ما فيه منصفه للفحل، قاله البهجي" انتہی (شرح الزرقانی ۲: ۱۵۵)

"یعنی جانوروں اور بھیدوں کے نہ کو تیس کہتے ہیں۔ چونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کہ اس سے نہ دودھ حاصل ہوتا ہے اور نہ نسل کی افزائش ہوتی ہے، اس لیے اسے زکات میں دینے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ زکات صرف مفید چیز کی صورت میں نکالی جاتی ہے۔ یہ قول امام باہجی کا ہے۔ ختم شد۔"

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر 559

محدث فتویٰ

